Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb (MIFT)

Volume ۴ Issue ۲, Spring ۲۰۲۴

ISSN(P): ۲۷۹۰ ۸۲۱۶ ISSN(E): ۲۷۹۰ ۸۲۲۴

Homepage: https://journals.umt.edu.pk/index.php/mift

Article QR

حد محاربہ اور حد سرقہ کے مسائل کا تطبیقی وترجیحی مطالعہ تفسیر النکت کی روشنی میں

Title: **Analysis of Had e Muharbah and Sarqah in the light of Tafseer al-Nukat**

Author (s): Abdul Basit[۱], Muhammad Waris Ali [۲]

Affiliation (s):
۱ Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan.
۲ Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan.

DOI: https://doi.org/۱۰.۳۲۳۵۰/mift.۴۲.۰۲

History: Received: August ۲۳, ۲۰۲۴, Revised: October ۱۲, ۲۰۲۴, Accepted: October ۲۷, ۲۰۲۴, Published: December ۲۸, ۲۰۲۴

Citation: Abdul Basit and Muhammad Waris Ali. "Analysis of Had e Muharbah and Sarqah in the light of Tafseer al-Nukat." *Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb* ۴, no. ۲ (۲۰۲۴): ۱۳–۲۴. https://doi.org/۱۰.۳۲۳۵۰/mift.۴۲.۰۲

Copyright: © The Authors

Licensing: This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution ۴.۰ International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

A publication of
Department of Islamic Thought and Civilization, School of Social Sciences and Humanities University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

حد محاربہ اور حد سرقہ کے مسائل کا تطبیقی وترجیحی مطالعہ تفسیر النکت کی روشنی میں

Analysis of Had e Muharbah and Sarqah in the light of Tafseer al-Nukat

Abdul Basit *

Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan.

Muhammad Waris Ali

Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan.

Abstract

Tafseer al-Nukat has been written in the context of fiqh by Abu al-Ḥassan bin Muhammad al-Mawardi. This article aims at the discussion about the Matters of Muharba and Sarqah. The study is analytical and descriptive. Examples from the book of al-Mawardī have been taken and discussed in the light of Quran, Sunnah and jurisprudence. Al-Mawardi has given preference to some of the jurisprudential matters with arguments. Qurān and sunah of the holy prophet have been used as main sources to make it more authentic and reasonable. Moreover, the opinions of old and contemporary jurists have been also analyzed and discussed about the matter under discussion. It can be concluded that al-Mawardī has discussed and presented view point of the some of mofasreen of his era and discussed the matters in Islamic perspective.

Keywords: Tafseer al-Nukat, Abu al-Ḥassan bin Muhammad al-Mawardi, Muharbah, Sarqa.

۱. تمہید

علامہ ماوردی کا نام علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردی الشافعی ہے۔ لقب آپ کا قاضی القضاۃ ۴۲۹ ہے ھ میں ملا اور ماوردی (ماء الورد۔ گلاب کے پانی کا اجداد کام کرتے تھے اسوجہ سے کہتے ہیں)۔[1] شمار فقہائے شوافع میں ہوتا ہے۔ کنیت ابوالحسن ہے۔[2] آپ نے علمی ذوق ومحبت کرنے والے خاندان میں پرورش پائی۔ ۳۶۴ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ چوتھی صدی کے مفسر اور علمی شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں، اور قضا کے منصب پر عباسی دور میں فائز رہے۔ اور آپ نے کئی کتب تحریر فرمائیں اور آپ کے شاگردوں میں خطیبِ بغدادی جیسی شخصیت ہیں اور سیاست میں الاحکام السلطانیہ اہم ترین کتاب ہے آپ کی۔ اس تفسیر النکت والعیون جو آپ کی علمی صلاحیت کا بولتا ثبوت ہے بڑے بڑے کبارِ علم ابن کثیر جیسے آپ کے تفسیر سے استفادہ کرتے ہیں۔

امام ماوردیؒ کی تفسیر النکت والعیون (متوفیٰ ۴۵۰ھ) مکمل قرآن کی تفسیر ہے۔ سب سے پہلے ۱۴۰۶ھ میں باقاعدہ اوقاف کویت کی جانب سے اشاعت کی گئی، اس پر تحقیقی وتخریجی کام ہوئے ہیں۔ میرے پاس دارالکتب العلمیہ بیروت کا نسخہ ہے جو کہ چھ جلدوں میں ہے۔ جس پر سید بن

*Corresponding author: abdulbasitzaman۳@gmail.com

[1] ابو بکر احمد بن ثابت بن احمد بن مھدی الخطیب البغدادی، **تاریخ بغداد**، تحقیق: الدکتور بشار عواد (بیروت: دارالمغرب الاسلامی، س-ن)، ج ۱۳، ص ۸۷۳

[2] عبدالکریم ابن منصور التیمی، السمعانی المروزی، **الانساب** (حیدرآباد: مجلس دارالمعارف العثمانیہ، س-ن)، ج، ۱۲، ص ۲۰

عبد المقصود کی تعلیق ہے، یہ تفسیر اہل علم کے ہاں بے حد مقبول ہے اور اس کا شمار متقدمین کی تفسیر میں ہوتا ہے۔ تفسیر طبری کے بعد معروف یہ تفسیر ہوئی اور نامور مفسرین اپنی تفاسیر میں ان کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں، ابن جوزی زادالمسیر میں، ابن تیمیہ اپنی تفسیر میں اور تفسیر قرطبی میں بھی علامہ ماوردی کے تفسیری اقوال نقل کیے گئے ہیں۔[۳]

آج کل مال بھی عدم تحفظ کا شکار ہے دین اسلام جان و مال کے تحفظ کے لیے بہترین ہدایات فراہم کرتا ہے اگر کوئی کسی کے مال اور جان پر حملہ کرے اس کے لیے سزائیں ہیں چوری کی سزاء ہاتھ کاٹنا اور ڈاکہ کی سزاء بھی ہے اگر مال لوٹنے کے ساتھ قتل کیا تو سولی دی جائے گی تو چوری بھی وہ ہو جس پر چوری کی تعریف صادق آئے اور ثبوت جرم کے ساتھ تکمیل جرم بھی ہو پبلک مقام سے چوری نہ ہو اور ملکیت کا شبہ نہ ہو اور اسلامی دفعات کا نظام ریاست میں امن و امان کا ضامن ہے ہر ایک اس کو نافذ نہیں کر سکتا دنیا کے جس ملک میں یہ نافذ ہے وہاں امن و آمان ہے توریاستی امور جن کے زمہ ہے لازم ہیں ان پر کے ان کو نافذ کریں۔

۲۔ لوٹ مار اور ڈکیتی کی سزا

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾[۴]

"ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کے لیے دوڑے پھرتے ہیں بس یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں۔ (داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں) یا جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ ذلت اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں ہے اور آخرت میں اس لیے بڑا عذاب ہے۔"

لامہ ماوردیؒ نے تفسیر النکت میں سب سے پہلے اس حوالے سے وضاحت فرمائی ہے محارب کون ہے کہ جس پر قطاع الطریق کے احکام جاری ہوں گے:

۱۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں جو زنا اور قتل اور چوری کرے وہ محارب ہے۔

۲۔ امام شافعیؒ امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ کے ہاں علی الاعلان ڈاکہ مارنے والا محارب ہے اور چوری کرنے والا شہر میں۔

۳۔ قطاع الطریق وہ ہے امام ابو حنیفہؒ کے ہاں جو صحراء گاؤں میں ڈکیتی کرے اور شہر میں نہیں چونکہ شہر میں مدد پہنچ جاتی ہے امام شافعیؒ کے ہاں شہر گاؤں کا حکم ایک ہے۔[۵]

قرآن کریم کی آیت شر اور فساد امن کو تہہ و بالا کرنے والے چاہے مال یا جان پر دست درازی کریں شہر یا قریہ میں ان کو محارب کہا جائے گا

---

۳ الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب، **منہج الماوردی**، مقالہ الدکتورا، بر رحمہ، اشراف الدکتور عبد الوہاب فائز (مکہ مکرمہ: جامعہ ام القریٰ، ۱۴۰۶ھ)۔

۴ القرآن، سورۃ المائدہ ۵: ۳۳-۳۴۔

۵ أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري الماوردی، **النکت والعیون**، ۲/ ۳۳۔

اگر چہ امام اعظمؒ نے فرمایا ہے شہر میں مدد نصرت پہنچ جاتی ہے امام صاحبؒ نے اپنے دور کے لحاظ سے امن ہو قول اختیار کیا ہے مگر آج دن دہاڑے گھروں پر شاپنگ مالوں پر ڈکیتی ہوتی ہے لہٰذا اس حوالے سے امام شافعیؒ کا قول قابل ترجیح ہے۔

۲۔۱۔ سبب اختلاف

لفظ محاربہ ہے بعض نے کہا جو ہتھیار اٹھائے خوف وہراس پھیلائے مراد ہے بعض نے کہا چوری ڈکیتی ہر وہ صورت جہاں بھی ہو لیکن علی الاعلان کا پہلو اس میں نمایاں ہے بہ نسبت سرقہ چوری کہ وہ محفوظ جگہ سے ہوتی ہے اسی قول کو علامہ طبریؒ نے بھی ترجیح دی ہے۔ علامہ طبریؒ فرماتے ہیں: وأولى الاقوال عندي بالصوّاب فَسَوَاءٌ كانت المحاربةُ في حصرٍ أو قريةٍ أو في سُبلهم وطُرقهم. علامہ طبری فرماتے ہیں اَقوال میں میرے ہاں قابل ترجیح درست بات یہ ہے کہ وہ شر فساد ڈاکہ رستے شہر گاؤں کہیں بھی ڈالیں یہ يحاربون الله ورسوله یہ محارب للہ اور فساد فی الارض کے حامل ہیں۔[۶]

۲۔۲۔ خلاصۂ کلام

محارب سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جن کا خون محاربہ سے قبل باطل ہے یعنی مسلمان اور ذمی جو لڑائی پر اُتر آئیں فساد کریں نقصان کریں جان ومال کا تو امام کو اختیار ہے اس کے نقصان کے اعتبار سے یا جو وہ بہتر سمجھے اس کے اعتبار سے سزا لاگو کرے۔ سزائیں متعین ہیں جو آرہی ہیں اُن کی تفصیل تو محارب میں ہر وہ شخص جماعت شامل ہے جو فساد فی الارض املاک جان ومال کا تحفظ تہہ وبالا کریں۔

۳۔ محارب کی سزا کیا ہے؟

علماء کا اس میں تو اتفاق ہے جیسے واضح ہے آیت سے ان کی یہ سزا قتل پھانسی مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹنا اور جلاوطنی ہے البتہ ان میں اس حوالے سے اہل علم میں اختلاف ہے یہ ترجیح کس اعتبار سے ہے؟ یا جرم کی سنگینی کے اعتبار سے ترتیب وارد ہے اور سبب اختلاف لفظ (اَو) ہے یہ تخییر کے لیے ہے کہ امام کو اختیار ہے بعض کے ہاں تنویع سزاؤں کی نوعیت کا بیان ہے۔ اس میں دو اقوال ہیں۔

علامہ ماوردی تفسیر النکت میں اس حوالے سے فرماتے ہیں یہ تخییر کے لیے ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ قتل کرے یا سولی پر لٹکائے یا قطع کرے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے یا جلاوطنی کرے۔

یہ سعید بن المسیبؒ اور مجاہدؒ اور عطاءؒ کا قول ہے دوسری رائے اس حوالے سے یہ ہے کہ اس جماعت کو جس نے ڈاکہ یا فساد برپا کیا ہے اُن کے افعال کی وجہ سے سزائیں مختلف ہوں گی کہ قتل کیا جائے گا جب وہ قتل کریں اور سولی دی جائے گی جب کہ وہ قتل کریں اور مال بھی لیں۔ ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹنا جب وہ مال لوٹے ہیں اور قتل نہ کریں یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری اور قتادہؒ اور سُدیؒ کی رائے ہے۔ علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عبد الملک بن مران نے اس آیت کے حوالے سے تفصیل معلوم کی فرمایا یہ قبیلہ عرنین کی بابت نازل ہوئی ہے کہ جبریل امین نے رسول پاک ﷺ سے معلوم کیا انھوں نے یہی تفصیل بیان فرمائی جو چوری کرے خوف پھیلائے ہاتھ کاٹو چوری کی وجہ سے اور پاؤں اس کے خوف وہراس پھیلانے کی وجہ سے جو قتل کرے اس کو قتل کیا جائے اور جو قتل کرے اور ڈرائے خوف پھیلائے اور عزت تار

---

[۶] ابو جعفر الطبری، **جامع البيان في تأويل القرآن**، ۷/ ۳۷۲.

تار کرے تو سولی پر لٹکایا جائے۔[۷]

بہر حال اس حوالے سے یہ سزائیں امام مالکؒ کے ہاں امام قاضی کی صوابدید پر ہے لیکن جمہور کے ہاں بشمول امام اعظم امام شافعیؒ کے ہاں مختلف نوعیت کے اعتبار سے ہے سزائیں اُن کا نفاذ ہو گا جمہور کے ہاں أو تنویع کے لیے ہے بہ نسبت امام مالکؒ کے ہاں وأوْلی التاويلين بالصّواب فی ذالك عندا وجعل الحكم على الحكم عَلَى الْمحارَبَيْن مُختلفًا بأختِلَاف أفْعَالِهِمْ۔امام طبری فرماتے ہیں تاویلوں میں بہتر میرے ہاں یہ ہے کہ محاربین کی جرم کی نوعیت کے اعتبار سے حکم قائم ہو گا اُن کے اختلاف جرائم کی وجہ سے اگر مال لیا تو قطع ید ہو گا جان لی اور مال لوٹا تو سولی پر لٹکایا جائے۔[۸]

۱-۳- جلاوطنی کا حکم

أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ یا زمین سے بید خل کر دیا جائے

علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں اس میں چند اقوال ہیں:

۱-جلاوطن کر دیا جائے بلادِ اسلامی سے کافر ملک کی طرف حضرت انسؓ اور حسن بصریؒ اور قتادہؒ اور سُدیؒ اور امام زہریؒ کی رائے ہے اور ضحاکؒ اور ربیعؒ کی رائے ہے۔

۲-ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکالا جائے یہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور سعید بن جبیرؒ کی رائے ہے۔

۳-قید کیا جائے یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

۴-جلاوطنی مقصود نہیں بھاگیں پیچھا کریں گے ایک قول ہے جلاوطن کر دیا جائے گا بہر حال جلاوطن رکھا جائے گا اور حدود قائم کرنے کے لیے طلب بھی کیے جائیں گے۔[۹]

اس حوالے سے امام اعظمؒ کی بات واضح اور مضبوط ہے جلاوطنی سے وہ دوسری جگہ جا کر شر فساد قائم کرے گا تطبیق یوں ہو سکتی ہے تعزیراً بھی سزا کے ساتھ امام کی صوابدید پر ہے دے سکتا ہے اور ایسا بھی ہوا کہ وہاں جا کر مرتد ہو جائے خاص طور سے بلاد کفر میں جیسے حضرت عمرؓ کے دور میں ہوا آپؓ نے فرمایا آئندہ جلاوطن نہ کروں گا البتہ امام طبریؒ نے جس قول کو ترجیح دی ہے دونوں قول کو کہ وہ جلاوطنی کے ساتھ وہاں قید میں رکھا جائے یہاں تک توبہ کرلے اور اس جرم سے باز آجائے۔فرماتے ہیں امام طبریؒ وأولى الاقوال فی ذالك عندی بالصّواب قول من قال معنى النقّيْ من الارض فی هٰذا لموضع هوا نفسه من بلدٍ أليٰ بلدٍ غَيْرِهِ وِحَبْسُهِ فِي السِّجنِ فِي البَلَدِ الَّذِيْ يُفِيَ اِلَيْهِ حتّٰى تَظْهَرَ تَوْبَتُه مِنْ فُسُوْقِه۔ کہ اس کو جہاں جلاوطن کیا مقید رکھا جائے یہاں تک کہ توبہ کرلے اور اپنے جرم اور فسق سے باز آجائے۔[۱۰]

---

۷ أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري الماوردی، **النكت والعيون**، ۲/ ۳۳.

۸ ابو جعفر طبری، **جامع البيان**، ۷/ ۳۷۱.

۹ أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري الماوردی، **النكت والعيون**، ۲/ ۳۴.

۱۰ ابو جعفر طبری، **جامع البيان**، ۸/ ۳۸۹.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جلاوطنی حاکم کی صوابدید پر ہے اور تعزیراً قید کر سکتا ہے تاکے دوسری جگہ فساد نہ پھیلائے اگر باز آجائے ٹھیک وگرنہ قید میں رکھا جائے امام طبریؒ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

۲۔۳۔ محاربین کی توبہ

اگر وہ قابو آنے سے پہلے توبہ کر لیں کیا حد لگے گی:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾[11]

"مگر جو اس سے پہلے ہی کہ تم ان پر قابو پاؤ توبہ کر لیں تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

حد محاربہ ایسی حد ہے جو توبہ کرے ساقط ہو جاتی ہے جب کہ ان پر قابو سے پہلے ہو بہ نسبت حد زنا حد سرقہ اور حد شرب خمر اور حد قذف وغیرہ کہ ان میں حق العبد کے ساتھ حق اللہ بھی ہے اور حق العبد غالب ہے معافی یا توبہ سے ساقط نہ ہوگی ان کا اجراء ہوگا توبہ سے اُخروی سزا معاف ہو سکتی ہے علامہ ماوردی اس حوالے سے فرماتے ہیں اس میں چھ اقوال ہیں:

۱- کہ مگر جو توبہ کرے اپنے شرک اور فساد فی الارض سے پس مسلمان توبہ اس سے حد کو ساقط نہ کرے گی یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصریؒ اور مجاہدؒ اور قتادہؒ کی رائے ہے۔

۲- مگر جو توبہ کر لیں مسلمان محارب امام کی طرف سے قدرت سے قبل ان پر بس توبہ کرنے والا بغیر امان کے اس سے حد ساقط نہ ہوگی یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور امام شعبیؒ کی رائے ہے۔

۳- جو دار الحرب میں توبہ کرے تو حد ساقط ہے یہ حضرت عروہ بن زبیر کی رائے ہے۔

۴- اگر دار الاسلام میں اپنی جماعت کے پاس ہے اور توبہ کر لے باز آجائے قبل اس کے اس پر قدرت ہو اس کی توبہ قبول ہے اور اگر کوئی جماعت نہ ہو کہ جس سے وہ پشت پناہی لیتا تھا تو توبہ اُس کی سزا ساقط نہ کرے گی یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ربیعہؒ کی رائے ہے۔

۵- اس پر قادر ہونے سے قبل اُس سے حدود اللہ دور کر دی جائے گی اور یہ حقوق الآدمی ہے (وہ واپس کرنا ہوگا جو مال لیا ہے) یہ امام شافعیؒ کی رائے ہے۔

۶- اس کی توبہ اس پر قابو پانے سے قبل تمام حقوق اس سے ساقط کر دے گی اور حدود بھی مگر خون اگر قتل کیا ہے وہ نہیں یہ امام مالکؒ کی رائے۔[12]

آخری دونوں قول کو علامہ طبریؒ نے ترجیح دی ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر مال لیا ہے وہ دینا ہوگا اور امام مالکؒ نے وسعت دی ہے صرف خون اگر قتل کیا ہے وہ باقی ہے باقی معاف ہے علامہ طبریؒ فرماتے ہیں اقوال میں یہی بہتر قول ہے اور اس پر اجماع ہے اس پر تاوان اور قصاص

---

[11] القرآن، سورۃ المائدہ ۵:۳۴۔

[12] أبو الحسن علي بن محمد بن حبيب البصري الماوردی، **النكت والعيون**، ۲/۳۴۔

وغیرہ لازم رہیں گے اگر اُن کے پاس بعینہ اموال مسلمین یا اموال ذمی برقرار ہے وہ لوٹائے جائیں گے۔[۱۳]

علامہ ابو بکر جصاص فرماتے ہیں: ألّا الذين تابوين قبل أن تقدرو یہ جملہ اپنے مفہوم کے لیے ماقبل کا محتاج ہے اسی بناء پر ماقبلکہ جملے کے ساتھ اس کی تضمین ہے جب حد ساقط ہو گی تو حقوق آدمی قتل جسموں پر لگنے والے زخم اور اموال کے تاوان کا وجوب ہو گا لیکن جب حد لازم ہوتی ہے تو آدمیوں کے حقوق جان مال اور زخموں کے سلسلے میں تاوان ساقط ہو جاتا ہے مثلا جب چوری پر قطع ید ہو گیا تو چرائے ہوئے مال کا تاوان لازم نہیں ہوتا اسی طرح زانی پر حد زنا جاری کرنے سے مہر لازم نہیں ہوتا جب قاتل پر قصاص ہو گا مال کا تاوان لازم نہیں ہو گا تو جب محارب سے حد ساقط ہو گی تو اس پر مال یا جان کا تاوان لازم ہو گا اسی طرح اگر چور سے حد ساقط ہوئی مال کا تاوان ہو گا لازم باقی چیز ہے تو لوٹا دے۔[۱۴]

۴۔حد سرقہ کا بیان

دین اسلام جان کے ساتھ مال کے تحفظ کا بھی حکم دیتا ہے اور اگر کوئی چوری کرے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری کرتا ہے:

وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸ [۱۵]

”چوری کرنے والا مرد اور عورت تم ان دونوں کے ہاتھ کاٹ لو بدلہ اُس کا جو انھوں نے کیا ہے سزا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔“

علامہ ماوردی فرماتے ہیں یہ قطع الیدین حق اللہ ہے چوری میں میں بالکل معافی نہیں جب جرم ثابت ہو جائے ظاہر ہے حد سرقہ تب لگے گی جب جرم بھی کامل ہو ثبوت بھی کامل طور سے ہو اور اس میں معافی اس لیے بھی نہیں جب حضرت صفوان کی چادر چوری ہوئی سارق لایا گیا تو حضرت صفوان نے معاف کیا رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ((هَلَّا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ؟))[۱۶]۔میرے پاس آنے سے قبل کیوں نہ کیا معاف۔ لَا عَفَا اللهُ عَنِّيْ إِنْ عَفَوتُ اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمائیں گے اگر میں نے معاف کر دیا۔ یہ بات تمام کے ہاں مسلمہ ہے دوسری بات علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں۔

۱۔۴۔چور کے ہاتھ کاٹنا

وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ [۱۷]

”اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ہاتھ کاٹ دو ان دونوں کے یہ عبرناک سزاء اور بدلہ ہے اللہ کی طرف سے ان کے کیے کا۔“

---

۱۳ ابو جعفر الطبری، **جامع البیان فی تاویل القرآن**، ۸/ ۴۰۲۔

۱۴ ابو بکر جصاص، **احکام القرآن**، ۲/ ۱۱۲۔

۱۵ القرآن، سورۃ المائدہ ۵:۳۸۔

۱۶ أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن أسد الشیبانی، **مسند الإمام أحمد بن حنبل**، رقم الحدیث: ۲۷۶۳۷۔

۱۷ القرآن، سورۃ المائدہ ۵:۳۸۔

ہاتھ کاٹنا دو چیزیں لازم ہیں مکان محفوظ ہو اور مقدار اور اس میں فقہاء کرام کے اقوال ہیں امام ماوردیؒ فرماتے ہیں یہ آیت یا تو مجمل ہے جس کی تفسیر کی گئی ہے یا عام ہے کہ جتنی تعداد ہو سب پر قطع یدین ہو تو اس کی تخصیص کی جائے۔[18]

چوری کیا ہے؟ ایک عاقل بالغ مرد یا عورت کسی ملکیت میں موجود مال اُس کی اجازت کے بغیر چھپا کر نکال لے جب کے وہ مکان حرز میں ہو تو حد لگے گی جب وہ چیز مقام حرز میں ہو اگر پبلک مقام ہسپتال لائبریری مسجد پارک سے چوری پر قطع الید نہیں ہے البتہ تعزیری سزا ہو گی تو حرز سے حرز مکان کسی محفوظ مقام میں ہو اور (حرز نگہبان) کسی کی حفاظت میں ہو اگر شبہ ہو حرز مکان اور نگہبان میں حد قائم نہیں ہو گی عاقل نالغ ہو یہ جنایت ہے مکلف پر اطلاق ہے نہ کہ صغیر مجنون پر۔[19]

۲۔۴۔ب کتنی مقدار ہو جس پر حد قائم ہو گی؟

مقدار متعین نہیں اس وجہ سے اختلاف ہے حدیث میں تفصیل ہے مِجَنْ ڈھال پر قطع ید ہو اس کی قیمت مختلف ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے دس درہم اور امام مالک اور شافعیؒ ربع دینار یا تین درہم یہ کم سے کم ہے تو حدیث سے یہ نصاب قطع ید کا نصاب متعین ہوا آیت مجمل ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُقْطَعُ اليَدُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا))[20]

"یعنی ہاتھ ربع دینار یا اس سے زیادہ میں کاٹا جائے گا۔"

امام مالکؒ ایک روایت پیش کرتے ہیں اس میں تین درہم کی تفصیل ہے:

((أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ سَارِقًا فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ.))[21]

امام صاحبؒ کی دلیل:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَطَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ رَجُلٍ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ دِينَارٌ، أَوْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ))[22]

المجن ڈھال کی قیمت ہے ا اور حدیث میں مذکور چور کا ہاتھ ڈھال لینے پر کاٹا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ڈھال کی قیمت ربع دینار اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تین درہم مقرر کی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دس درہم طے کی امام

---

[18] أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري الماوردي، **النكت والعيون**، ۲/۳۶.

[19] شمس الدين قرطبي، **الجامع لاحكام القرآن**، ۶/۱۵۲.

[20] محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب الحدود، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا وَفِي كَمْ يُقْطَعُ؟؛ رقم الحديث:۶۷۸۹.

[21] مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، **صحيح مسلم**، كتاب الحدود، باب حد السرقة ونصابها، رقم الحديث:۱۶۸۶.

[22] أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني، **سنن أبي داود**، كتاب الحدود، باب ما يقطع فيه السارق، رقم الحديث:۴۳۸۷.

صاحب کی دلیل یہ روایت بھی ہے لا قطع فیما دون عشرة دراہم دس درہم سے کم چوری پر قطع نہیں۔[۲۳]

امام طبریؒ نے ربع دینار کے قول کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں: وَالصَّوابُ مِنَ القول عندنا مِنَ السَّرْقِ رُبع دینار.[۲۴]

امام صاحب کے قول کی ترجیحجو حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے جس میں چوری کا نصاب واضح ہے:

۱- دس درہم نصاب طے کرنے پر ایک دوسرے نصاب کے مساوی ہو جائے گا اور وہ مہر کا نصاب دس درہم ہے۔

۲- اور أدرأو الحدود بالشبهات یعنی حدود کو شبہات کی وجہ سے دفع کرو ربع دینار یا ثلاثہ درہم میں کم قیمت میں حد لگ رہی ہے اور دس درہم نصاب طے کرنے میں۔[۲۵] أدرأو الحدود بالشبهات کے مطابق حد کو زیادہ سے زیادہ دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔[۲۶]

۳۔۴۔ خلاصہ کلام

دس درہم والی بات نصاب سرقہ کی قابل ترجیح ہے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کی وجہ سے کہ نبی ﷺ نے دس درہم کی چوری پر حد جاری کی، اور ثلاثہ دینار نصاب لیں اور حد جاری کریں جب کہ حکم ہے ادراؤالحدود با الشبهات حد دور کرو شبہات کی وجہ سے۔

۴۔۴۔ حد کے بعد تاوان کا لزوم

جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللهِ[۲۷] بدلہ ہے قطع الید اُن کے جرم کا اللہ کی طرف سے۔

علامہ ماوردی فرماتے ہیں:

۱- کوئی تاوان نہیں جب حد جاری ہو گئی۔ یہ امام اعظم کی رائے ہے۔

۲- اس میں تاوان ہے اگرچہ حد قائم ہو گی ہو یہ امام شافعیؒ کی رائے ہے۔[۲۸]

اس حوالے سے تفصیل حد محارب میں امام ابو بکر جصاص کے حوالے سے گزری ہے ایک حق میں دو حقوق کا اجتماع اصول کے خلاف ہے ائمہ احناف کے ہاں ااصول ہے: لا یغرم السارق أذا أقیم علیه الحد چور پر تاوان نہیں جب اس پر حد قائم ہو گئی۔[۲۹]

---

[۲۳] جمال الدین زیلعی، "**نصب الرایہ**"، ۳/ ۳۵۵۔

[۲۴] ابو جعفر الطبری، **جامع البیان في تأویل القرآن**، ۸/ ۴۱۰.

[۲۵] محمد علی صابونی، **تفسیر آیات الاحکام**، ۲/ ۱۸۹.

[۲۶] أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبیب البصري الماوردی، **النکت والعیون**، ۲/ ۳۷.

[۲۷] سورۃ المائدہ ۵: ۳۸۔

[۲۸] أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبیب البصري الماوردی، **النکت والعیون**، ۲/ ۴۵۵.

[۲۹] ابن رشد، **بدایۃ المجتھد**، ۱۱/ ۲۳۱.

اور ہاتھ کاٹنا تاوان کا بدل ہے۔مام شافعیؒ جو تاوان اور قطع ید کو جمع کرتے ہیں فرماتے ہیں حق اللہ اور حق العبد جمع ہیں اس میں تو ہر حق اپنے واجب کا متقاضی ہے حالانکہ زانی پر حد قائم کرنے سے مہر لازم نہیں ہوتا اسی طرح قصاص میں جب قتل عمد میں قصاص لیا تو مال نہیں لیا جائے گا تو اسی طرح چوری میں ہے حدود جب لاگو ہوتی ہیں تاوان لازم نہیں ہوتا: علامہ طبری نے یہاں ترجیح کے اعتبار سے گفتگو نہیں کی ہے۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں جب قطع ید ہوا تو مسروقہ مال معصوم نہیں رہتا تو ہاتھ کاٹنے کے ساتھ ضمانت نہیں بخلاف ائمہ ثلاثہؒ کے قطع ید سے مسروقہ مال کی عصمت ساقط نہیں ہوتی اور ضمان قطع ید کے ساتھ لازم ہے اگر تو مال مسروقہ بعینہ ہے تو بالاتفاق واپس ہوگا اگر مال ہلاک ہو جائے یا چور بذات ہلاک کردے امام اعظم کے ہاں کوئی ضمانت نہیں اور دوسرا امام صاحب نے فرمایا لفظ جزاء عقوبات میں مطلق ہو وہ سزا مراد ہوتی ہے جو حق اللہ ہو نہ کہ حق العبد تو قطع ید حق اللہ کے طور پر لازم ہے اور پھر اگر قطع ید کے بعد ضمان واجب کرنے سے چور چوری شدہ مال کا اس وقت سے مالک بن جائے گا جب سے اس نے یہ مال لیا ہے۔ تو اس سے یہ واضح ہوتا ہے چوری اپنے مال میں ہوئی ہے تو قطع ید کا حکم ختم ہو گیا۔ تو جو چیز حکم کی نفی کی طرف لے جائے وہ خود منتفی ہوتی ہے۔

تطبیق اس طور پر ہے جب مال موجود ہو تو وہ لوٹا دیا جائے اگر نہ ہو ظاہر ہے حد سے اس کو سزا مل گئی ڈبل اس پر ضمان اس پر لازم نہیں ہو سکتا دلائل کے اعتبار سے اقرب امام صاحب کا قول ہے خاص طور سے عقلی دلائل سے اور نسائی کی روایت ہے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے فرمایا چور کا جب دایاں ہاتھ کاٹ دو تو اس سے کوئی جرمانہ نہ لو۔[30]

ملا جیون صاحب المنار فرماتے ہیں یہاں جزاء مصدر ہے فعل اس کا ہے جزاء اس کا معنی ہے کافی ہونا پورا ہونا اور یہ لفظ اشارہ کر رہا ہے چوری میں قطع جزاء کامل ہے اور اس کے لیے یہی سزا کافی ہے یہ تب ہے جب جنایت بھی کامل ہو یہ تب ہو گا جب یہ حق اللہ میں واقع ہو کیونکہ حق اللہ میں جنایت من کل الوجوہ جنایت ہوتی ہے بہ نسبت حق العبد کے تو مسروقہ چیز کی عصمت اللہ کی طرف بندہ سے منتقل ہو گئی تو پھر اس کی جزاء قطع کامل مقرر ہوئی تو تاوان جمع نہیں ہو گا اس کے ساتھ۔[31]

۵۔۴. خلاصہ کلام

یہ ہے حد اور تاوان جمع نہ کرو کیوں کہ سزاء مل گئی اب ضمان لازم نہیں کیا جا سکتا اگر مال موجود ہو لوٹایا جائے گا یہ رائے عقلی اور نقلی اعتبار سے مظبوط ہے امام ماوردی نے سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔

۵۔چور کی توبہ سے سزا معاف ہو گی؟

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[32]

”پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح پر آ گیا تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔“

[30] قاضی ثناءاللہ پانی پتی، ”**تفسیر مظہری**“، ۳/۱۱۳۔

[31] ملا احمد جیون، ”**تفسیرات احمدیہ**“، ۱/۵۰۱۔

[32] سورۃ المائدہ ۵:۳۹۔

علامہ ماوردی فرماتے ہیں یہ توبہ ایسی ہے جیسے تمام معاصی سے ہوتی ہے اور ندامت ماضی پر اور آئندہ نہ کرنے کا عزم امام مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ توبہ ہے حد سے مراد یعنی اگر حد قائم ہوئی تو گناہ معاف ہو جائے گا اخروی طور پر بھی الگ توبہ کی ضرورت نہیں۔[۳۳]

فقہائے احناف کے ہاں حدود بغیر توبہ کے کفارہ نہیں ہیں حدیث میں جو ہے کفارہ ہوتی ہے وہ توبہ کے ساتھ مقید ہے تو قرآن اور حدیث شریف میں موافقت پیدا ہو جائے گی ابو بکر جصاص فرماتے ہیں اجراء حدود سے قبل توبہ کی وہ کفارہ ہیں وگرنہ وہ اخروی عذاب کا مستحق ہے۔[۳۴]

علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے جو فقہائے احناف کا ہے۔[۳۵]

امام شافعیؒ کے ہاں حد سے مراد کفارۃ الذنوب ہے۔[۳۶]

دلیل میں روایت ہے بخاری کی نبی ﷺ نے فرمایا جب آپ کے ارد گرد صحابہ اکرام تھے بیعت کرو اللہ کا شریک کسی ایک کو نہیں بناؤ گے چوری نہ کرو گے بدکاری نہ کرو گے اولاد کو قتل نہ کرو گے بہتان نہ لگاؤ گے معروف میں نافرمانی نہیں کرو گے جس نے وعدہ کیا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو کوئی عمل کر بیٹھا دنیا میں اس کو سزا ملی تو یہ گناہ کا کفارہ بن جائے گی اور جس نے پھر کسی عمل کا ارتکاب کیا اللہ کے ذمے ہے پردہ پوشی رکھے اگر چاہے معاف کر دے چاہے سزا دے ہم نے ان امور پر بیعت کی۔[۳۷]

ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: مُسْتَفادٌ بِهٰذا الحديث أنّ الحدّ كفّارةٌ للْمجرم تاب أم لم يتب توبہ کی ہو یا نہ کی ہو ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس روایت سے معلوم ہوا حد کفارہ ہے گناہوں کا۔[۳۸]

ابن نجیم مصری حنفیؒ نے امام شافعیؒ کے اس مؤقف پر رد کیا ہے علماء کا اختلاف ہے حد جاری ہونے کے بعد گناہ سے پاک ہو گا احناف نے قطاع الطریق کی آیت پر عمل کیا ہے، کیونکہ فرمان باری ہے: ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ[۳۹] (سزا بیان کر کے واضح کیا یہ دنیا کی رسوائی آخرت میں بڑا عذاب ہے ماسوا ان کے جنھوں نے توبہ کی (توبہ سے عذاب آخرت کو ساقط کیا اور اس پر اجماع ہے توبہ سے دنیا کی حد ساقط نہیں ہوتی کیونکہ اُستثناء عذاب آخرت کی طرف راجع ہے اور بخاری کی روایت حضرت عبادہ بن صامت کی جس میں ہے کہ ان گناہ کی وجہ سے سزا ہوئی تو وہ کفارہ ہے یہ تب ہے بطور تطبیق کہ سزا کے وقت توبہ کر لے کیونکہ حدیث ظنی ہے اور قرآن قطعی ہے تو تعارض ظنی قطعی کا ہو ظنی قطعی کے تابع ہو گا برعکس جائز نہیں۔[۴۰]

---

۳۳ أبو الحسن علي بن محمد بن حبيب البصري الماوردی، **النکت والعیون**، ۲/ ۳۷.

۳۴ ابو بکر جصاص، **احکام القرآن**، ۲/ ۴۱۲.

۳۵ شمس الدین القرطبی، **الجامع لاحکام القرآن**، ۳/ ۱۰۹.

۳۶ النووي، امام، **شرح صحیح مسلم**، ۲/ ۳۷.

۳۷ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، "تفسیر مظہری"، ۳۳/ ۱۱۵۔

۳۸ ابن حجر، **فتح الباری شرح البخاری**، ۱/ ۶۸.

۳۹ القرآن، سورۃ المائدہ ۵: ۳۳۔

۴۰ ابن نجیم، **البحر الرائق**، ۵/ ۲۰۳.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدود سے کفارہ نہیں گناہ کا جب تک توبہ نہ کرلے کیوں کہ قطاع الطریق میں واضح فرمایا ہے: ذا لک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم **کے آخرت میں شدید عذاب ہے البتہ اگر توبہ سزاء کے وقت کرے گناہ کا کفارہ ہے۔**

کتابیات

الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن ثابت بن أحمد بن مهدي . **تاريخ بغداد** . تحقيق: الدكتور بشار عواد معروف. (بيروت: دار المغرب الإسلامي، س-ن)۔

السمعاني المروزي، عبد الكريم ابن منصور التيمي . **الأنساب** . (حيدر آباد: مجلس دار المعارف العثمانيه، س-ن)۔

الماوردی، أبو الحسن علي بن محمد بن حبيب . **منهج الماوردی** . مقاله الدكتورا، برر محمد، اشراف الدكتور عبد الوهاب فائز. (مكه مكرمه: جامعه أم القرى، ۱۴۰۶ھ)۔

الجصاص، أبو بكر . **أحكام القرآن** . (بيروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۴۰۵ھ)۔

ابن حجر العسقلاني . **فتح الباری شرح صحيح البخاری** . (بيروت: دار المعرفة، ۱۳۷۹ھ)۔

النووي، الإمام . **شرح صحيح مسلم** . (بيروت: دار الفكر، س-ن)۔

القاضي أبو عبد الله القرطبي . **الجامع لأحكام القرآن** . (بيروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۱۶ھ)۔

الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير . **جامع البيان في تأويل القرآن** . (بيروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۴۲۱ھ)۔

البخاري، محمد بن إسماعيل . **صحيح البخاري** . تحقيق: مصطفى ديب البغا. (بيروت: دار ابن كثير، ۱۹۸۷)۔

مسلم بن الحجاج . **صحيح مسلم** . تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. (بيروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۹۵۵)۔